جناب جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس

اصلاحِ معاشرہ اور علمائے دین کا منصب

امتِ مسلمہ کے علماء کا بہت بلند مقام ہے وہ بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی امت کے بہترین افراد علماء ہیں (گو بدترین بھی علماء ہیں یعنی علماء سوء) تو جس قدر کسی گروہ کا مقام بلند ہو اسی قدر اس کی ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یوں تو امت مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری گراں بار ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کا منصب بڑا اعلیٰ ہے۔ ختمِ نبوت کے بعد امتِ مسلمہ وہ کام کرتی ہے۔ جو اس سے قبل نبیوں کے ذمہ تھا۔ یعنی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا۔ اللہ کی حکومت کا انسانی معاشرے میں قائم کرنا۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت کے لیے ظہور میں لایا گیا۔ تم نیکی کا حکم دینے والے برائی سے منع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

اور اسی طرح ہم نے تم کو نیک ترین امت کا درجہ دیا تاکہ تم لوگوں پر سچائی کے گواہ ہو

اور تم پر اللہ کا رسول گواہی دینے والا ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اس دنیا میں ایک جنگ ہے حق و باطل کے درمیان جو قیامت تک جاری رہے گی اور مسلمان اس جنگ میں اللہ کا سپاہی ہے وہ اپنی جان اور اپنے مال سے طاغوتی طاقتوں کے خلاف مسلسل جنگ کرتا ہے۔"

یہ ہے تو ہر مسلمان کا فرض اور جو کچھ میں اس مضمون میں کہہ رہا ہوں اس کا اطلاق تمام مسلمانوں پر ہوتا ہے لیکن جہاں تک علماء کا تعلق ہے وہ تو اس گروہ میں ہیں جو خاص طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مامور کیا گیا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم میں ایک گروہ ہونا چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

لیکن کیا علمائے دین اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں۔ علم دین پڑھتے بھی ہیں اور پڑھاتے بھی اور وعظ بھی کرتے ہیں جس میں حاضرین کو قرآن و سنت کی پیروی کے لیے تلقین کرتے ہیں تو کیا نہی عن المنکر کے تقاضے اس عمل سے پورے ہو جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہوتے۔ ایسا ہوتا تو رہبانیت اسلام میں جائز ہوتی۔ نہی عن المنکر تو وہ ہے جس کے متعلق قرآن پاک نے کہا کہ:

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ

نیکی کا حکم دے، برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھ کو ایسا کرنے میں لاحق ہو اس پر صبر کر۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد حدیثیں ہیں کہ:

"اگر نہی عن المنکر نہ کرو گے اور معصیت پر سکوت اختیار کرو گے تو اللہ کے غضب کے سزاوار ہو جاؤ گے۔"

اور قرآن پاک کے مطابق بنی اسرائیل پر لعنت پڑی تھی حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی زبان سے کیونکہ وہ برائی سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔

دین کا منشا تو یہ ہے کہ مسلمان باطل کے خلاف پوری طرح نبرد آزما ہوں اور علمائے دین پر جو خاص گروہ میں سے ہیں، یہ فرض اور بھی زور سے عائد ہوتا ہے ان کے لیے لازم ہے کہ وہ معرکۂ حق و باطل میں کود پڑیں اور اپنی تمام طاقتیں طاغوت کے خلاف بروئے کار لائیں خصوصاً ایسے معاشرے میں جو پاکستانی معاشرے کی طرح سخت بگڑا ہوا ہو۔ صرف وعظ کرنے سے یا ایک نہایت چھوٹی سی جماعت کو دین سکھانے سے کیا ہوگا۔ اور علماء صاحبان نے دیکھ لیا کہ اس کا کچھ نتیجہ نہیں نکلا، روز بروز معاشرہ دین سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے ان کو تدبیر کرنی چاہیئے تھی کہ کیسے معاشرہ سدھرے گا۔ ساتھ ہی یہ لازم تھا کہ وہ پہلے اپنے قلوب کا جائزہ لیتے کہ آیا وہ جذباتی بنیاد جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تحریک کے لیے چاہیئے موجود ہے وہ بنیاد ہے، برائی سے نفرت اور نیکی سے محبت۔ اور اللہ کی حکومت کے قیام کا جذبہ۔ پھر وہ عقل کو کام میں لاتے، تدبیر کرتے پھر ایک تحریک چلاتے اور میں اس عمل جہاد کے عناصر بیان کروں تو وہ مندرجہ ذیل ہوں گے (میں جو کچھ لکھ رہا ہوں سب مسلمانوں کے لیے ہے۔ اگرچہ علمائے دین کو خاص توجہ دینی مناسب ہے۔)

۱۔ پہلا قدم اس مقصد کے لیے جذباتی بنیاد کا استوار کرنا ہے۔ ہمارا قلب ایسا ہو کہ برائی سے ہمیں نفرت ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر غصہ آئے:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ

مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لیے دل پسند بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ (قرآن ۴۹ : ۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو تباہ کر دو تو انہوں نے کہا اے پروردگار! وہاں تو ایک ایسا انسان ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی،

تو پروردگار نے کہا کہ ساری بستی کو اس انسان پر الٹ دو کیونکہ بستی والوں نے جو اللہ کی نافرمانی کی اس پر اس کا چہرہ نہیں متغیر ہوا۔" اللہ کے لیے غصہ کرنا لازم ہے جو نہ کرے اس پر اللہ ناراض ہو گا۔

۲۔ دوسرا اقدم جو نہی عن المنکر کے لیے مسلمان کو اٹھانا ہے وہ تدبیر ہے۔ صرف وعظ سے یا زبان سے برے عمل کو برا کہنے سے اگر معاشرہ کی اصلاح نہیں ہوتی تو تدبیر کرنی چاہیئے کہ معاشرہ کس طریق سے اللہ کے راستہ پر آئے گا۔ غرض تو شیطان کو شکست دینا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم کو تو صرف دین کے احکام لوگوں تک پہنچانے ہیں اور لوگ نہیں مانتے تو ہم کیا کریں، درست نہیں۔ ایک جنگ ہم باطل کے خلاف لڑ رہے ہیں جس کے لیے منصوبہ بندی کرنی ہے، تدبیر کرنی ہے کہ کس طرح لوگ نیکی کی طرف مائل ہوں اور اس غرض کے لیے اگر علماء صاحبان کو مزید علم کے حصول کی ضرورت ہے تو انہیں علم سیکھنا چاہیئے پر وہ علم جس کی مدد سے افراد معاشرہ اللہ کی طرف آئیں گے، ہم کو پڑھنا چاہیئے۔ حکمت کی بات مومن کو جہاں سے ملے وہ لے لیتا ہے۔ اسی نقطہ نگاہ سے ہم سب کو فرد اور معاشرہ کی نفسیات کا علم حاصل کرنا چاہیئے کہ انسانوں کے عمل کے محرکات کیا کیا ہیں اور کس طریق سے وہ راہ راست پر لائے جا سکتے ہیں۔ اسی معاملہ میں مسلمان سے بہت سہو ہوئی ہے۔ مخالفین نے تو خوب نفسیات کا مطالعہ کیا اور مذہب سے روگردانی کے لیے اور طبقات میں منافرت پھیلانے کے لیے اسباب پیدا کیے اور مسلمان نے نفسیات کو توجہ نہ دی جس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں حق و باطل کی جنگ ہر لحاظ پر لڑی جا رہی ہے۔ جس طرح ہتھیاروں کی جنگ کے لیے فنون حرب کا سیکھنا ضروری ہے۔ اس طرح جو جنگ لوگوں کے قلوب کو متاثر کرنے کے لیے لڑی جا رہی ہے۔ اس کے لیے ان علوم کا سیکھنا ضروری ہے جو اس جنگ میں مدد دیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لیے علماء صاحبان کو متعلقہ علوم کا مطالعہ کرنا ضروری ہے ورنہ وہ لادین جماعتوں کے دانشوروں سے مار کھا جائیں گے اور ان کے طعنے بھی سنتے رہیں گے کہ ان علماء کو سوائے نماز روزہ کے اور کچھ نہیں آتا اور یہ دنیاوی معاملات کو سرانجام

دینے کے نااہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حکمت کی بڑی تعریف کی ہے:

مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

جس کو حکمت ملی اس کو بہت بھلائی ملی۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عقل بہترین شے ہے جو پروردگار نے پیدا کی اور علم کا تو بہت بڑا درجہ ہے ہمارے دین میں۔ ہم کو اب پوری توجہ علوم متعلقہ کی طرف دینی چاہیئے۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ کے قیام، دفاع اور اصلاح کے کام عقل، حکمت اور تدبیر کے بغیر نہ چلیں گے۔ علماء صاحبان کو چاہیئے کہ وہ دانشور بنیں کیونکہ جو منصب ان کا ہے وہ دانشوری کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اور دانشوری کے لیے علمِ دین کے علاوہ دیگر علوم اور تدبیر کی اشد ضرورت ہے۔

۳۔ تیسرا اقدام تحریک چلانے کا اسلام ہے۔ اسلام ایک تحریک ہی تو ہے۔ یہ کسی عقیدہ سے کا نام نہیں، اللہ کی حکومت کے قیام کے لیے سعی کا نام ہے۔ لوگوں کو قائل کرنا ہے کہ وہ اللہ کے راستہ پر چلیں اور اس کے لیے ایک منظم تحریک چاہیئے۔ یہ درست ہے کہ کوئی سیاسی پارٹی بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسمبلی کے امیدوار بننے کی ضرورت نہیں البتہ مسلمان کو بے باک ہو کر اللہ کی ہر نافرمانی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟ یہ تو منحصر ہے حالات پر۔ کس وقت آپ ایک برائی کے خلاف اعلانیہ عمل شروع کریں گے، کس وقت اس کی مدافعت کے لیے آپ تیاری کریں گے۔ جنگ لڑنی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ جنگ لڑنے کے لیے خاص حالات میں بہترین طریق کون سا ہے، اور اس طریق پر کیسے عمل کرنا ہے؟

یہ تھے ہمارے دین کے تقاضے، مسلمان کے لیے بھی اور خاص طور پر علماء صاحبان کے لیے۔ لیکن علماء کرام نے صرف اتنا کافی سمجھا کہ لوگوں کو کہیں کہ وہ قرآن و سنت کی پیروی کریں۔ وعظ میں اگر سخت الفاظ استعمال کیے بھی تو ان کے لیے جنہوں نے داڑھی نہ رکھی، یا جن عورتوں نے پردہ نہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی اس معاشرہ میں تائیدِ معاشرہ

کی طرف سے ہوتی رہی جس پر کم ہی کبھی کسی عالم دین نے زبان کھولی۔

۲۵ سال سے اس ملک میں شراب ہے، جوا ہے، زنا ہے، اور سود ہے۔ زکوٰۃ کم لوگ دیتے ہیں۔ علماء دین کا فرض تھا کہ ایک جہاد شروع کر دیتے، ہر اس معاملہ میں جس میں پروردگار کی نافرمانی ہو رہی تھی۔ یہ لازم تھا کہ وہ برائی سے سخت نفرت کرتے اور جہاں اللہ کی نافرمانی دیکھتے وہاں غصہ میں آتے اور بے باکی سے اس کے خلاف آواز اٹھاتے لیکن علمائے دین نے تمام انسانوں کو تو داڑھی نہ رکھنے یا پردہ کی پابندی نہ کرنے وغیرہ پر تنبیہ کی مگر قائدینِ معاشرہ کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی۔ انہوں نے اتنا کام کیا جتنا کہ آسان تھا اور جس میں تکلیف یا نقصان کا خطرہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ دین تو ہے اللہ کے راستہ میں قربانی دینے کا نام۔ اور نیکی قربانی کے بغیر ہوتی بھی نہیں۔ نیز ہماری زندگیاں تو اللہ کے لیے ہیں اور ہمارے مال اور جانیں بھی۔ وہ خوش قسمت ہے جس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان قربان کر دی۔

بہت سے علمائے دین نے تو معاشرہ کی تخریب کرنے والوں سے تعاون کیا اور فائدے اٹھائے۔ اللہ ان کو معاف کرے۔ بہرصورت علمائے دین نے معاشرتی برائیوں کے رفع کرنے کے لیے کوئی اقدام نہ کیا۔ یہ یاد رکھنا ہے کہ معاشرہ کا سب سے اہم حصہ سیاست ہے اگر ایک ملک غلط سیاست میں گرفتار ہو تو اس کے باشندوں کا سیدھے راستہ پر چلنا محال ہے لہٰذا جس گروہ پر اصلاحِ معاشرہ کا فرض عائد ہوتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ سیاست کو قرآن و سنت کا پابند کرنے کی سعی کرے اور جو خرابیاں اس میں پیدا ہو رہی ہیں ان کے خلاف جہاد کرے۔ اس حد تک ہر مسلمان پر اور خصوصاً علمائے دین پر سیاست میں حصہ لینا فرض ہے یہ ضروری نہیں کہ کوئی اسمبلی کا امیدوار ہو اور اقتدار کے حصول کے لیے کوشش کرے لیکن سیاست کی اصلاح کے لیے جد و جہد لازم ہے۔

آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ ملک کس حال کو پہنچ گیا ہے۔ علمائے دین نے جو کچھ کیا اس سے بہت زیادہ وہ کر سکتے تھے۔ دوسرا فریق تو دین کو تباہ کرنے کے منصوبے بناتا رہا۔ ان منصوبوں کو عملی جامہ پہناتا رہا۔ مگر ہم نے صرف اتنا کیا کہ شکایت کی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے ہم نے خود کوئی

ایسا عمل نہ کیا جس سے ہم فریق مخالف کے منصوبوں کو شکست دے سکتے۔ آج اس ملک میں اللہ سے ایک بغاوت ہے۔ دین کے خلاف بیانات علانیہ دیے جاتے ہیں۔ ہمارا عمل تو قرآن و سنت کے خلاف ہے ہی۔ کئی دفعہ قول بھی خلاف ہوتا ہے۔ اللہ کا نام لینے والوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کرنے والے موجود ہیں لیکن یہ سب کیوں ؟ اس لیے کہ مسلمان اپنے فرض سے غافل رہا۔ اور اس لیے کہ مسلمان میں طاقت عمل نہیں۔ بس زور بشر اور اونچی نیچی آہن کی بحث کر لیتا ہے۔ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب ہی اللہ کے راستے میں سعی شروع کیجئے جیسی کہ کرنی چاہیئے۔ رہا یہ کہ کیا اقدام کیے جائیں۔ اس وقت دین کو اس ملک میں بچانے کے لیے تو آپ بھی سوچیے اور میں نے تو کافی کچھ سوچا ہوا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

جناب راسخ عرفانی

عید قطعہ

افلاس سے نڈھال فقیروں کی عید کیا
شہرِ اجل میں زندہ ضمیروں کی عید کیا
راسخ نہ کشتگانِ سیاست کی بات چھیڑ
قیدِ عدو میں غم کے اسیروں کی عید کیا!